رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

فاروق قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۲

دارالامان کی خبریں

(۱) حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت ہفتہ زیر اشاعت میں انفلوانزا اور حرارت درد سر سے ناساز رہی۔ احباب صحت کامل کے لئے دعائیں کریں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کو درد سر کی شکایت ہے۔ دعائے صحت کی جاوے۔

(۳) خوشخبری دی جاتی ہے۔ کہ ۲۳ مارچ کو جناب مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان کی اہلیہ صاحبہ ثانیہ سے خدا کے فضل سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ باعمر اور بابرکت کرے۔ ہم مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

(۴) ۲۲ مارچ کو شام کی گاڑی سے ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی۔ اے نومسلم میانوالی جیل سے رہا ہو کر آگئے۔ اسٹیشن پر نیشنل لیگ کے زیر اہتمام مقامی احباب نے استقبال کیا۔ اور ہار پہنائے۔ ماسٹر صاحب کی صحت اچھی ہے۔

(۵) مصری پارٹی کا ایک انگریزی ٹریکٹ جس میں حضرت صاحب کے چند خطبات کو کانٹ چھانٹ کر کے اور ہائیکورٹ لاہور کا ۳ جنوری والا فیصلہ نقل کر کے شائع کیا گیا تھا۔ گورنمنٹ پنجاب نے ضبط کر لیا۔ مصری اور اس کے ہمراہیوں کی تلاشیاں پولیس نے لیکر ٹریکٹ کی جو کاپیاں مل سکیں۔ قبضہ میں کر لیں۔

(بقیہ دیکھو صفحہ ۸ کالم ۴ پر)

طبی کالم

قیام صحت کے چند قاعدے

تندرستی ہو۔ تو زندگی ایک حقیقی مسرت ہے۔ تندرستی نہ ہو۔ تو یہی زندگی ایک لعنت اور ایک مصیبت بن جاتی ہے۔ دائمی خوشی ہمیشہ دائمی تندرستی کے ساتھ رہتی ہے۔

آدمی کو کسی خاص کام کا شوق ہو۔ تو اس میں منہمک رہ کر وہ اکثر خوش اور تندرست رہتا ہے۔

اگر تندرست رہنا ہے۔ تو اس کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ قدرتی سادہ اور جسم کو تحریک نہ پہنچانیوالی غذا استعمال کی جائے۔ محرک غذائیں تندرستی کے لئے مضر ہیں۔

شام سے سو جانا اور صبح تڑکے اٹھ بیٹھنا یہی نہیں کہ انسان کو تندرست دولتمند اور عقلمند بنا دیتا ہے۔ بلکہ درحقیقت سچی خوشی بھی بخشتا ہے۔ جو دنیا میں کامیاب اور سرسبز ہونا چاہے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ صبح کو چار اور پانچ بجے کے درمیان اٹھ بیٹھے۔ ہنسی انسان کی تندرستی میں سب سے زیادہ اضافہ کرتی ہے۔ کمزور سے کمزور مریض کے لئے دنیا کا کوئی طبیب اس سے بہتر اور اس سے زیادہ سستا نسخہ تجویز نہیں کر سکتا۔ آفتاب کی روشنی کی اگر تفسیر کی جائے تو وہ یہ ہوگی۔ کہ زندگی نشوونما حسن اور شادمانی دنیا میں اس سے زیادہ جان بخش اور صحت افزا کوئی دوسری چیز خدا نے پیدا نہیں کی۔ میٹھی نیند سے زیادہ کوئی مقوی دوا انسان کو طاقت

مفید معلومات

تمام دنیا کی آبادی

تمام دنیا کی آبادی ایک ارب ۴۸ کروڑ ۹۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کا مجموعی رقبہ ۱۹ کروڑ ۵۵ لاکھ میل ہے۔ ۵ کروڑ ۵۵ لاکھ میل خشکی اور ۱۴ کروڑ مربع میل پانی ہے۔ یورپ کی آبادی ۴۷ کروڑ اور ایشیا کی ایک ارب ایک کروڑ تیس لاکھ۔ شمالی امریکہ کی ۱۴ کروڑ ساٹھ لاکھ۔ جنوبی امریکہ کی ۶ کروڑ ۸۰ لاکھ افریقہ کی ۱۴ کروڑ ساٹھ لاکھ

دنیا کی مشہور سلطنتوں کی کل آبادی اور آمدنی

نام سلطنت	آبادی	سالانہ آمدنی
امریکہ	۱۰ کروڑ ۶۰ لاکھ	۸۰ کروڑ پونڈ
جرمن	۶ کروڑ ۳۲ لاکھ	۵۵ کروڑ پونڈ
برطانیہ	۵۰ کروڑ	۳۰ کروڑ پونڈ
فرانس	۴ کروڑ ۱۰ لاکھ	۳۰ کروڑ پونڈ
چین	۴۴ کروڑ	۲۰ کروڑ پونڈ
روس	۱۶ کروڑ	۲۰ کروڑ پونڈ
جاپان	۹ کروڑ	۱۸ کروڑ پونڈ
اٹلی	۴ کروڑ ۳۰ لاکھ	۱۵ کروڑ پونڈ
اسپین	۳ کروڑ ۱۸ لاکھ	۱۰ کروڑ پونڈ
آسٹریا	۶ کروڑ	۸ کروڑ پونڈ
بلجیم	۸۲ لاکھ	۶ کروڑ پونڈ
رومانیہ	۲ کروڑ	۴ کروڑ پونڈ
مصر	۱ کروڑ ۴۰ لاکھ	۴ کروڑ پونڈ

شاہ اور ملکہ انگلستان کے خانگی اخراجات

شاہ اور ملکہ انگلستان کو شاہی خزانہ سے ۴۱۰۰۰۰ پونڈ سالانہ اور علاوہ ازیں شہزادی الزبتھ کو ۶ ہزار پونڈ سالانہ حاصل ہوتے ہیں۔ ان رقوم کو دیکھتے ہوئے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ شاہ دولتمند ہستی ہے۔ گذشتہ سال شاہ کیلئے جو رقم منظور ہوئی تھی۔ اسمیں سے گیارہ ہزار پونڈ ماہواری شاہی خاندان کے ملازموں کی تنخواہوں کے لئے وقف کرنے پڑے۔ اور شاہ کے لئے صرف ۱۱۰۰۰ پونڈ باقی رہ گئے۔ اس میں سے نہ صرف قصر بکنگھم یا جہاں کہیں کہ شاہی خاندان مقیم ہے۔ اخراجات خانگی اور دیگر تمام چھوٹے بڑے اخراجات جو سال بھر میں پیش آتے ہیں۔ ادا کرنے ہوتے ہیں۔ ہر سال گھوڑ دوڑ کے موقع پر شاہ کو چار دن تک مہمانوں کی تواضع پر پانچ ہزار پونڈ صرف کرنے ہوتے ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ سے پیشتر یہ خرچ بہت زیادہ رہتا تھا۔ شاہ اور ملکہ دونوں کی عادات اور دلچسپیاں سادہ ہیں۔ اور جو روپیہ ان کو ملتا ہے۔ اسے وہ ایک قسم کی امانت سمجھتے ہیں۔ جو زرق برق وردیاں درباروں میں ملازم پہنتے ہیں۔ ان پر زیادہ خرچ نہیں آتا۔ اگر وہ نہ پہنی جائیں۔ تو برٹش اقتدار کو ضعف پہنچ جائے۔ ممالک غیر کے مہمانوں پر اس سال رسم تاجپوشی کے باعث شاہ کو بہت کچھ خرچ کرنا پڑا۔ جو لنڈن میں شاہ کے مہمانوں کی حیثیت سے مقیم ہوئے۔ ان کو قصر بکنگھم میں پرتکلف دعوتیں دی گئیں۔ اور محافل رقص و سرود منعقد کرائی گئیں۔ اور ان پر جو بھاری خرچ آیا۔ اس سے تجارت پیشہ لوگوں کو مدد ملی۔ ایک سٹاف اخراجات اور بلوں کی پڑتال کے لئے ہے۔ ہر بل جو بادشاہ اور ملکہ کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسکی

نہایت ضروری اعلان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ لوگ پہلی ہی جماعت نہیں ہیں۔ جن کو خدا کے لئے قربانیاں کرنی پڑی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے فرماتے ہیں۔ تم سے پہلے لوگوں کو دین کے لئے آروں سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور انہوں نے اُف تک نہ کی صحابہؓ کا نمونہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کی آواز کو جس اخلاص سے سُنا۔ اور اس پر عمل کیا۔ تاریخ کے صفحات اس پر شاہد ہیں۔ بندوں کی شہادت کے سوا خدا تعالےٰ کی شہادت بھی ان کو حاصل ہے۔ فرماتا ہے رضی اللہُ عنہم ورضوا عنہ۔ خدا ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ خدا سے راضی ہو گئے!

آج وہی بوجھ آپ لوگوں کے کندھوں پر رکھا گیا۔ وہی امانت آپ کے سپردِ کی گئی ہے۔ اور آپ کی کمزوری کو دیکھ کر خدا تعالےٰ نے اس بوجھ کو لمبے زمانہ میں پھیلا دیا ہے۔

لیکن جہاں بوجھ پھیل جانے سے بعض لحاظ سے ہلکا ہو گیا ہے۔ بعض دوسرے لحاظ سے بھاری بھی بن گیا ہے۔ کیونکہ کئی ہیں جو بھاری قربانی تھوڑے عرصہ میں کر سکتے ہیں۔ لیکن ہلکی قربانی لمبے عرصہ تک نہیں دے سکتے۔

لیکن یہ امر میرے یا آپ کے اختیار کا نہیں۔ خدا تعالےٰ نے فیصلہ کرنا تھا۔ اور اس نے فیصلہ کر دیا۔ جف القلم علےٰ ما ھو کائن۔ یعنی قدرت کے فیصلہ کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔

میں نے آپ کو بتایا تھا۔ کہ ایک کے بعد دوسرا ابتلاء آنے والا ہے۔ دشمن ایک طرف سے ناکام ہو کر دوسری طرف سے حملہ کرے گا۔ اور اسکی پوری کوشش ہوگی۔ کہ آپ کو تھکا دے۔ خدا نہ کرے۔ کہ اسکی یہ خواہش پوری ہو۔ مگر میں آپ میں سے بعض کو تھکتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ میں بعض کی کمر میں ایک ہلکے بوجھ کے نیچے بھی خم ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہوں۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مومن کا راستہ پل صراط قرار دیا ہے۔ جو جہنم پر بندھا ہوا ہے۔

جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس پل پر جو ٹھہرا سیدھا جہنم میں گیا۔ یہ کیسا خطرناک انجام ہے۔ یہ کیسا بھیانک خاتمہ ہے۔ خدا اس سے ہر شخص کو محفوظ رکھے۔

آپ لوگوں نے اس سال علاوہ عام چندوں یا وصیتوں کے اپنی مرضی سے تحریک جدید کے چندے اپنے اوپر واجب کئے ہیں۔ اور بعض نے جوبلی تحریک میں بھی حصہ لیا ہے۔ ان سب چندوں کو ملا کر میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ سال اور آئندہ سال آپ لوگوں کے لئے سخت امتحان کے سال ہیں۔ اور ان کا اثر چونکہ تیسرے سال پر بھی پڑتا ہے۔ تیسرا سال بھی سخت ہی سمجھنا چاہیئے۔ گویا یہ تین سال آپ کی زندگیوں کے خاص قربانی والے سال ہیں۔ جن میں آپ نے اپنے ایمان کا امتحان دینا ہے۔

مگر کیا آپ نے اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے پوری تیاری کی ہے؟ یہ سوال ہے۔ جس کا جواب اگر آپ اپنے ایمان کو بچانا چاہتے ہیں۔ آپ کو فوراً دینا چاہیئے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ چندہ تحریک جدید کے بارہ میں جو اس سال بعض دوستوں نے سستی دکھائی ہے۔ وہ تھکان پر دلالت کرتی ہے۔ اور مجھے ڈر ہے۔ کہ بعض لوگ اس امتحان میں فیل نہ ہو جائیں۔ خدا تعالےٰ ان پر رحم کرے اور ان کو بچائے۔ اللّٰھم آمین۔

پس میں اس اعلان کے ذریعہ سے تمام جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ یہ بڑھتا ہوا بوجھ گزارہ میں سخت تنگی کئے بغیر نہیں اٹھایا جاسکے گا۔ پس جو چاہتا ہے۔ کہ اس امتحان میں کامیاب ہو۔ اسے چاہیئے۔ کہ اپنے بیوی بچوں کو اپنا ہم خیال بنائے۔ اور اپنے خرچوں میں تنگی کرے۔ تاکہ یہ بوجھ اٹھ سکے۔ جو لوگ ایسا نہ کریں گے۔ وہ اپنی ناکامی پر اپنے ہاتھوں سے مہر لگائیں گے۔ العیاذ باللہ۔

میں تمام جماعتوں کو اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ دو ہفتہ کے اندر اندر تمام پنجاب کی جماعتیں تحریک جدید کے دو سکرٹری مقرر کر کے مجھے اطلاع دیں۔ ایک مالی سکرٹری اور ایک عام سکرٹری۔ مالی سکرٹری چندہ کے جمع کرنے کا کام کرے۔ اور عام سکرٹری دوسری شرطوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ کرے۔ مالی سکرٹری ہو سکتا ہے۔ کہ موجودہ مالی سکرٹری ہی کو تجویز کر دیا جائے۔ یہ اطلاعات فوراً مل جانی چاہئیں اور ان لوگوں کو فوراً چندوں کی وصولی کا کام شروع کر دینا چاہیئے۔ اور میری منظوری کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔

پنجاب کے باہر ہندوستان کے لئے ایک ماہ اور بیرون ہند کے لئے اڑھائی ماہ کی مہلت مقرر کی جاتی ہے۔ چونکہ تحریک جدید کو اپنے کاموں کے لئے فوراً روپیہ کی ضرورت ہے۔ سکرٹریوں کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ وہ رقم جمع نہ رکھیں۔ بلکہ ساتھ کے ساتھ فنانشل سکرٹری کے نام بھجواتے جائیں۔

یہ اعلان پانچ دفعہ شائع کیا جائے گا۔ ہر احمدی جماعت سے امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ اسے جمعہ کے موقعہ پر سب دوستوں کو سنانے کا انتظام کر دے گی۔ اور ہر احمدی دوست سے بھی امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور دوستوں تک یہ اعلان پہنچا دے گا۔ شائد اللہ تعالےٰ اسکی زبان میں اثر دے۔ اور شاید وہ دوسرے کے ثواب میں بھی شریک ہو جائے۔

خاکسار: مرزا محمود احمدؐ

درخواستہائے وظائف قرضہ حسنہ و امدادی

احباب کو مطلع رہنا چاہیئے۔ کہ وظائف یا امداد کی درخواستیں بھجوانے کا وقت ماہ اپریل ہے۔ اس ماہ میں تمام وصول شدہ درخواستیں جمع کر کے حتی الوسع ماہ مئی میں وظائف کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ یعنی جو رقم بجٹ میں وظائف وغیرہ کے لئے منظور شدہ ہوتی ہے۔ ماہ مئی میں اسکی تقسیم کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ پس جو احباب نظارت ہذا میں وظیفہ وغیرہ کی درخواست بھجوانا چاہیں۔ وہ اس امر کو مدنظر رکھیں۔ کہ ماہ اپریل میں درخواست بھجوائیں۔ اور یہ بھی مدنظر رکھیں۔ کہ اس قسم کے وظیفہ کے لئے علیحدہ فارم مقرر ہے۔ وہ اسی فارم پر درخواست ہونی چاہیئے۔ مقررہ وقت سے آگے پیچھے آنے والی درخواستوں پر سوائے استثنائی حالات کے غور نہیں ہو سکتا۔ نیز جو درخواستیں مقررہ فارم پر نہ ہوں۔ ان پر بھی بالعموم غور نہیں ہو سکتا۔

ناظر تعلیم و تربیت

چیدہ خبریں

— امسال حج بیت اللہ کے موقع پر ایک لاکھ بیس ہزار نو سو مسلمان جمع ہوئے۔ جن میں سب سے زیادہ جاوا سے (۱۴۹۷۶) اور دوسرے نمبر پر ہندوستان سے (۱۴۸۳۰) گئے۔

— اگر جرمنی نے زیکوسلاویکیہ پر حملہ کیا۔ تو فرانس جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیگا۔

— گورنمنٹ برطانیہ کے پاس صرف برطانیہ میں ۲½ لاکھ فوجی سپاہی موجود ہیں۔ برطانوی نوآبادیوں میں ایک لاکھ پچاس ہزار اور ہندوستان میں ایک لاکھ ستّر ہزار سپاہی موجود ہیں۔

— حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ آئندہ ہجوموں کو منتشر کرنے کے لئے اشک آور گیس استعمال کی جایا کرے۔ چنانچہ اس کا تجربہ عنقریب کیا جائے گا۔

— مرزا پور یو۔ پی میں پلیگ سے ۲۳۸ اموات واقع ہوئی ہیں۔

— الہ آباد میں ہندو مسلم فساد ہو جانے سے ۹ ہلاک اور ۵۰ زخمی ہوئے۔

— آسٹریا پر جرمنی کا قبضہ ہونے سے نازی پارٹی کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں۔ جن سے تنگ آ کر بہت لوگ خود کشی کرنے لگ گئے ہیں۔ یہودیوں کے کاروبار سب بند ہیں۔ ان کو آسٹریا سے باہر جانے کی بھی اجازت نہیں۔

— جاپان اور روس میں عنقریب جنگ چھڑنے والی ہے۔

لاہور۔ ۲۲ مارچ۔ آج لاہور ہائیکورٹ کے ڈویژنل بنچ نے آہلہ ضلع گجرات کے مقدمہ سکھ مسلم فساد کا فیصلہ سنا دیا۔ تمام ملزمان کی سزائیں بحال رکھتے ہوئے ان کی اپیل کو مسترد کر دیا گیا ہے۔

— بنارس۔ ۱۸ مارچ کو زبردست ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ جس میں اب تک پندرہ ہندو اور ۱۸ مسلمان زخمی ہو چکے ہیں۔ تمام سکول اور کالج بند ہیں ہسپتال میں دو زخمی جان بحق ہو چکے ہیں۔ کرفیو آرڈر نافذ کر دیا گیا ہے۔ شہر میں گورہ فوج کا پہرہ مقرر ہے۔

— جبل پور ۱۸ مارچ۔ یہاں تین روز سے ہندو مسلم فساد جاری ہے۔ پولیس کو کئی مرتبہ لاٹھی چارج کر کے مجمع کو منتشر کرنا پڑا۔ کرفیو آرڈر نافذ ہے

— لاہور میں مسجد شہید گنج کے متعلق احراریوں اور مجلس اتحاد ملت کی سول نافرمانی جاری ہے۔

— مسجد شہید گنج کے متعلق سر سکندر حیات خان نے اسمبلی میں جو بیان دیا ہے۔ احراری اسکی مخالفت میں جلسے منعقد کر رہے ہیں۔ اور سخت اشتعال انگیز تقریریں کر رہے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۲

خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۸ء

مومن کا قدم قربانیوں کے میدان میں کبھی سست نہیں ہونا چاہیئے

از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے کئی دفعہ جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ

اللہ تعالےٰ کے انبیاء دو قسم کے ہوتے ہیں

ایک جلالی ہوتے ہیں اور ایک جمالی۔ اس مسئلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتابوں میں اتنا زور دیا ہے۔ اور اتنی وضاحت سے اس کو بیان فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص بھی جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کو پڑھا ہو۔ اس سے غافل نہیں رہ سکتا۔ کہ انبیاء ہمیشہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ انبیاء ہوتے ہیں۔ جو

جلالی رنگ

میں آتے ہیں۔ اور ایک وہ انبیاء ہوتے ہیں۔ جو جمالی رنگ میں آتے ہیں۔ جو انبیاء جلالی رنگ میں آتے ہیں۔ ان کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے۔ کہ ان کی قوم کو دشمن سے لڑائیاں کرنی پڑتی ہیں۔ ان لڑائیوں میں فتوحات ہوتی ہیں۔ اور اس طرح قریب ترین زمانہ میں اللہ تعالیٰ انہیں حکومت دے دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ تمام

شرعی احکام کا نفاذ

کر کے دنیا میں شریعت کو عملی رنگ میں قائم کر دیتے ہیں۔ مگر دوسری قسم کے انبیاء جو جمالی رنگ میں آتے ہیں۔ ان کی بعثت سے پہلے چونکہ کسی جلالی نبی کے ذریعہ شریعت دنیا میں قائم ہو چکی ہوتی ہے گو مرور زمانہ کی وجہ سے لوگ اسے بھول چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ ضرورت نہیں ہوتی۔ کہ شریعت کا قیام فوری طور پر عمل میں لایا جائے پس اللہ تعالےٰ انہیں

تدریجی رنگ میں ترقیات

دنیا اور تدریجی رنگ میں ہی وہ شریعت کے احکام کا دنیا میں قیام کرتے ہیں۔ اور چونکہ دنیا جلالی قسم کے انبیاء سے یہ دھوکا کھا جاتی ہے۔ کہ شاید انہوں نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ اس اعتراض کو مٹانے کے لئے بعد میں جمالی انبیاء بھیجتا ہے۔ جو تبلیغ کے ذریعہ وہی مذہب دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ اس طرح جہاں ایک طرف ان کے ذریعہ

خدا تعالےٰ کی جمالی صفات

دنیا میں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہاں ان سے پہلے جلالی نبی پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا۔ اس کا بھی دفعیہ ہو جاتا ہے۔

اب وہ جو حضرت موسےٰ علیہ السلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب دنیا میں قائم کیا۔ اور لڑائی کے نتیجہ میں اپنی حکومت قائم کر کے یہود کو بام ترقی پر پہنچایا۔ یا وہ جو حضرت کرشن پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے

مخالفوں سے لڑائی

کی اور انہیں تلوار سے ہلاک کر کے اپنے ساتھیوں کی حکومت ہندوستان میں قائم کر دی۔ یا وہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آپ نے تلوار کے زور سے عرب فتح کیا۔ اور اسلام کو غلبہ واقتدار حاصل ہوا۔ ان کے سامنے جب یہ سوال رکھا جاتا ہے۔ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب دنیا میں قائم کیا تھا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادموں میں سے ایک خادم اور آپ کی امت کے ایک نبی حضرت مسیح علیہ السلام نے بغیر تلوار چلائے کس طرح دینِ عیسوی دنیا میں قائم کر دیا۔ جو درحقیقت حضرت موسےٰ علیہ السلام کا ہی لایا ہوا مذہب تھا۔ بعد میں لوگوں نے بگاڑ کر اسکی اور شکل بنا دی۔ تو وہ سوائے خاموش رہنے کے اور کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اس طرح ان کا اعتراض فوراً باطل ہو جاتا۔ اور کوئی ہوشمند انسان یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ یہ اعتراض محض

قلتِ تدبر کا نتیجہ

ہے ورنہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بغیر تلوار چلائے لوگوں کو اپنا ہمخیال نہیں بنا سکتے تھے۔ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بغیر تلوار چلائے کس طرح لاکھوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اسی طرح اگر کرشن جی پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنا مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا۔ تو اس کے جواب میں یہ بات پیش کی جا سکتی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ

حضرت رام چندر جی

جو ان کے بعد آئے۔ انہوں نے صلح محبت اور قربانی سے کام لیتے ہوئے اپنے مذہب کی اشاعت کی۔ اور لوگوں نے انہیں قبول کیا۔ اگر حضرت رام چندر جی بغیر لڑائی اور تلوار اٹھائے اپنا مذہب دنیا میں پھیلا سکتے تھے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت کرشن نہیں پھیلا سکتے تھے۔

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا۔ اس اعتراض کا دفعیہ اب خدا تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کرنا چاہتا ہے۔ دنیا کہتی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نعوذ باللہ مذہب پھیلانے کے لئے تلوار چلائی۔ اور لوگوں نے تلوار سے ڈر کر آپ کو قبول کر لیا۔ مگر اب خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں اس لئے بھیجا ہے۔ تا آپ دلائل اور براہین کے ساتھ اسلام کو

دنیا کے تمام مذاہب پر غالب

ثابت کریں۔ اور اس طرح خدا تعالےٰ ان معترضین کو یہ جواب دے۔ کہ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک شاگرد ایک خادم اور ایک غلام تبلیغ کے ذریعہ اسلام کو تمام دنیا میں پھیلا سکتا ہے۔ تو کیا وہ آقا جس کی قوت قدسیہ نے ایسا

عظیم الشان شاگرد

پیدا کیا۔ تبلیغ کے ذریعہ دین نہیں پھیلا سکتا تھا۔ یقیناً وہ بھی تبلیغ کے ذریعہ اپنا دین پھیلا سکتا تھا۔ مگر خدا تعالےٰ کی حکمت نے اس وقت جلال کا ظہور چاہا۔ اور اسی کی حکمت نے اب جمال کا ظہور دنیا میں فرمایا۔ پھر میں نے کئی دفعہ جماعت کے دوستوں کو خواہ وہ قادیان کے ہوں۔ یا باہر کے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی یہ سنت ہے۔ کہ جلالی رنگ کے زمانہ میں وہ ہمیشہ جلد جلد ایسی قربانیاں طلب کرتا ہے۔ جن کا نتیجہ تھوڑے ہی دنوں میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ جیسے

جان کی قربانی

ہے۔ مگر جمالی زمانہ میں خدا تعالےٰ آہستہ آہستہ قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے۔ یہ قربانیاں جن کا مطالبہ آہستہ آہستہ کیا جاتا ہے۔ کوئی کم قسم کی یا ادنےٰ قسم کی قربانیاں نہیں ہوتیں۔ بلکہ بعض حالات میں پہلی قسم کی قربانیوں سے یہ زیادہ سخت ہوتی ہیں۔ اور درحقیقت

انسانی ایمان کی آزمائش

ایسی ہی قربانیوں سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اول تھوڑی قربانی سے دل پر دہشت طاری نہیں ہوتی۔ اور بالعموم انسان اس کے کرتے وقت پوری ہمت سے کام نہیں لیتا۔ بے شک جو مومن ہوتا ہے۔ وہ باوجود اس کے کہ خطرہ نمایاں صورت میں اس کے سامنے نہیں ہوتا۔ قربانی کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ مگر جس کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ وہ اس تسلی میں رہتا ہے۔ کہ ابھی کوئی گھبراہٹ کا موقعہ نہیں۔ اور اس طرح باوجود اپنے دل میں کسی قدر ایمان رکھنے کے وہ قربانی کے صحیح مقام پر کھڑا نہیں ہوتا۔ اور

دھوکا میں مبتلا

رہتا ہے۔ مگر جہاں لڑائی ہو رہی ہو۔ جہاں تلواریں چل رہی ہوں۔ جہاں کفار اپنی پوری طاقت سے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے حملہ آور ہوں۔ وہاں نفس انسان کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ وہاں جب کبھی دھوکا دے گا۔ اس رنگ میں دیگا۔ کہ اسلام کو چھوڑ دو۔ اس میں شامل رہ کر تو مصائب ہی مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ خطرہ کوئی نہیں مثلاً جب

کفار مکہ کا لشکر

آگیا۔ اور مسلمانوں نے دیکھ لیا۔ کہ ابوجہل یا ابوسفیان اس کا کمانڈر ہے۔ اور ہزاروں آدمی اس لشکر میں شامل ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تو اس وقت کونسا کمزور سے کمزور مسلمان بھی کہہ سکتا تھا۔ کہ کوئی خطرہ نہیں۔ یہ محض وہم ہے۔ لیکن اگر دشمن کا حملہ مخفی ہے۔ یا ظاہری سامانِ حرب کی بجائے دلائل سے وہ اسلام کے قلعہ پر حملہ آور ہے۔ یا مختلف رنگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی سازشوں سے وہ اسلام کو کچلنا چاہتا ہے یا منافقت کے ساتھ مسلمانوں میں شامل رہ کر اسلام کو ضعف پہنچانا چاہتا ہے۔ تو ان تمام صورتوں میں جب کہا جائے گا۔ کہ آؤ اور قربانی کرو۔ تو بہت سے کمزور طبع لوگ یہ کہنے لگ جائیں گے۔ کہ یونہی ڈرا رہے ہیں۔ دشمن کی طرف سے تو کوئی حملہ نظر نہیں آتا۔ پس اس وجہ سے یہ ابتلاء زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ اور اگر پہلی قسم کے ابتلاء میں بعض کمزور ایمان والے بچ بھی جاتے ہیں۔ اور وہ خطرہ کو اپنے سامنے دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ

قربانی کا وقت آگیا

تو دوسری قسم کے ابتلاء میں باوجود ایمان رکھنے کے بعض لوگ تباہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جو قربانی کا وقت ہوتا ہے۔ اسے وہ محض اس وجہ سے کہ دشمن کا حملہ مخفی ہوتا ہے۔ کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر

دوسرا خطرہ

جمالی زمانہ کی قربانیوں میں یہ ہوتا ہے۔ کہ بہت سے لوگ لمبی قربانیوں سے گھبرا جاتے ہیں۔ کئی دفعہ میں نے مثالوں سے بھی اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جنہیں اگر یہ کہا جائے۔ کہ جاؤ اور دشمن سے لڑ کر مر جاؤ۔ تو وہ فوراً اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے لیکن اگر روزانہ ان سے تھوڑی تھوڑی قربانی کا مطالبہ کیا جائے۔ تو وہ رہ جائیں گے۔ اور قربانی میں ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگ جائیں گے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ نے قبل از وقت یہ خبر دی ہوئی ہے۔ کہ جماعت پر

ابتلاء پر ابتلاء آئیں گے

اور آزمائش پر آزمائش ہوگی۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ جھڑ جائیں گے۔ اور صرف وہی باقی رہ جائیں گے۔ جو سچے مومن ہوں گے۔ اور انہی کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ احمدیت کو فتح دے گا۔

بہت سے نادان ایسے ہیں۔ جو میری نسبت اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور دنیا کا طریق بھی کچھ ایسا ہے۔ کہ جو حاضر شخص ہوتا ہے۔ اس پر اعتراض لوگ آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ کیونکہ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو اسے لوگوں کے خلاف منشا کرنی پڑتی ہیں۔ اور اس کا انہیں رنج ہوتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو فوت ہو جاتا ہے۔ لوگ اس پر اعتراض بہت کم کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ اس نے دنیا میں جو کام کرنا تھا کر لیا۔ پس دنیا میں

حاضر شخص پر الزام زیادہ قائم

ہوا کرتے ہیں۔ اور وفات یافتہ لوگوں کی تعریف زیادہ کی جاتی ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں ایک حصۂ جماعت کو منافقوں کے اثر کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ اس لئے اب جب میری طرف سے قربانیوں کا مطالبہ ہوتا ہے۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ یہ اپنی طرف سے بات بنا رہے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لٹریچر موجود ہے۔ اسے پڑھو۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ میرے بعد ابتلاء پر ابتلاء آئیں گے اور اس حد تک آئیں گے۔ کہ جماعت کا کمزور حصہ الگ ہو جائے گا۔ مگر وہ جو آخر دم تک ثابت قدم رہیں گے۔ خدا تعالےٰ انہی کے ذریعہ

قدرت ثانیہ کے بعض مظاہر کی ماتحتی

میں احمدیت کو فتح دے گا۔ اب یا تو یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس سازش میں میرے ساتھ شریک ہیں۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اپنا دعوےٰ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور فرمایا۔ کہ موسےٰ علیہ السلام نے میرے متعلق یہ یہ پیشگوئیاں کی ہیں۔ تو مکہ کے نادانوں نے سمجھا۔ کہ موسےٰ علیہ السلام کوئی زمانہ حال کا آدمی ہے۔ جس سے مشورہ کر کے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اپنے متعلق پیشگوئیاں کرائی ہیں۔ اور انہیں لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تو مدین میں موجود تھا۔ یا طُور پر موجود تھا۔ کہ موسےٰ علیہ السلام سے تو نے یہ باتیں کہلا لیں۔ اسی طرح میں بھی کہتا ہوں۔ کہ اگر جو کچھ میں نے کہا۔ وہ غلط ہے۔ تو کیا میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہا تھا۔ کہ آپ اپنی کتابوں میں یہ یہ باتیں لکھ جائیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر خدا تعالےٰ سے خبر پا کر جماعت کو اطلاع دی ہے۔ کہ ابتلاء آتے چلے جائیں گے۔ آتے چلے جائیں گے اور آتے چلے جائیں گے۔ اور جماعت کے کمزور لوگ گرتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ

صرف صادق الایمان لوگ باقی رہ جائینگے

اور انہی کے ہاتھ پر خدا تعالےٰ احمدیت کو فتح دیگا۔

اب سوال صرف یہ ہے۔ کہ صادق الایمان کون ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے دل میں فیصلہ کرے۔ کہ آیا وہ صادق الایمان لوگوں میں شامل ہونا چاہتا ہے یا گرنے والوں میں اگر ایک شخص یہی فیصلہ کرتا ہے۔ کہ میں گرنے والے لوگوں میں شامل ہوں۔ تو میں اسے کہوں گا۔ کہ تو نے اب تک اس قدر قربانیاں کیوں کیں۔ تجھے تو چاہیئے تھا۔ کہ آج سے ایک عرصہ پہلے الگ ہو جاتا۔ کیونکہ میں آج جماعت سے قربانیوں کا مطالبہ نہیں کر رہا۔ بلکہ ابتداء سے کرتا چلا آیا ہوں۔ اور اگر ہم میں سے ہر شخص یہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ گرنے والا دوسرا ہو۔ میں گرنے والا نہ بنوں تو اول تو کوشش ہماری یہی ہونی چاہیئے۔ کہ دوسروں کو بھی بچائیں۔ اور کسی کو گرنے نہ دیں۔ لیکن چونکہ

خدائی فیصلہ

یہی ہے۔ کہ کچھ لوگ گریں گے۔ اسلئے زید یا بکر کے گرنے کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیاں پوری ہو کر رہیں گی۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر اس کے وعدے نہیں ٹل سکتے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے خدا تعالےٰ کے بہت سے نشانات کو پورا ہوتے دیکھا۔

نشان پر نشان اور معجزہ پر معجزہ

ہمارے لئے ظاہر ہوا۔ ایسے ایسے حالات آئے جبکہ دنیاوی نقطۂ نگاہ سے یہی سمجھا جاتا تھا۔ کہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ مگر معاً خدا تعالےٰ نے رنگ بدل دیا۔ اور ایسے حالات پیدا کر دیئے۔ کہ وہ مصیبت اڑ گئی۔ اور سلسلہ کا وقار پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔ اور منافق یہ کہنے لگ گئے۔ کہ مصیبت تو کوئی تھی ہی نہیں۔ یہ محض بہانہ بنایا گیا تھا۔ یہی منافقوں کا طریق ہے۔ جب الٰہی سلسلوں پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ منافق کہتا ہے۔ اب یہ تباہ ہو جائیں گے۔ مگر جب ٹل جاتی ہے۔ تو کہتا ہے۔ مصیبت تو کوئی تھی ہی نہیں۔ یہ محض فریب کیا گیا تھا۔ گویا جب کوئی مصیبت موجود ہو۔ تو وہ اسے اتنا بڑھاتا ہے۔ کہ اسکی کوئی حد ہی نہیں رہتی۔ اور جب ٹل جاتی ہے۔ تو شروع میں تو وہ یہی کہتا ہے۔ کہ ٹلی نہیں۔ مگر جب بالکل ٹل جاتی ہے۔ تو کہتا ہے۔ مصیبت تو کوئی تھی ہی نہیں۔ یونہی

ڈرانے کے لئے ایک بات

بنائی گئی تھی۔ چنانچہ دیکھ لو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں صورتیں بیان کی ہیں۔ فرماتا ہے۔ احزاب کے موقعہ پر جب کفار کا لشکر مسلمانوں کے خلاف جمع ہو گیا۔ تو منافقوں نے کہا۔ اے اہل یثرب

لا مقام لکم

اب تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں۔ تم ان کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہو۔ گویا انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ مسلمان اب مارے جائیں گے۔ اور ہم تو پہلے ہی یہ کہتے تھے۔ کہ خواہ مخواہ دوسروں سے بحثیں کرتے پھرنا فضول بات ہے۔ ہم کوئی دوسروں کی ہدایت کے ٹھیکہ دار تھوڑے ہیں۔ مگر مسلمانوں نے ہماری بات نہ مانی اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سارے لوگ مل کر حملہ آور ہو گئے۔ اب انہیں پتہ لگے گا۔ کہ اسلام کی تبلیغ کس طرح کیا کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جب احزاب کو شکست دی۔ تو منافق کہنے لگے۔ شکست کوئی نہیں ہوئی۔ وہ تو صرف تھوڑی دیر کے لئے پیچھے ہٹے ہیں۔ تاکہ دوبارہ جمعیت کو مضبوط کر کے حملہ کریں۔ تیسری کیفیت منافقوں کے قلوب کی ایک اور جنگ کے موقعہ کے ذکر میں بیان فرماتا ہے۔ فرماتا ہے۔ منافق کہتے ہیں۔ لو نعلم قتالا لاتبعناکم۔ اگر ہم جانتے۔ کہ لڑائی ہوگی۔ تو ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتے۔ مگر ہمارا تو یہ خیال تھا۔ کہ لڑائی کوئی ہے ہی نہیں۔ صرف خیالی خطرہ ہے (اس آیت کے اور معنے بھی ہیں۔ میں ان کی تردید نہیں کرتا۔ قرآن کریم معانی ہے) اسی حالت کا نقشہ سورۂ بقرہ میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون۔ الا انھم ھم المفسدون ولٰکن لا یشعرون۔ و اذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس قالوا انؤمن کما اٰمن السفھاء ولٰکن لا یعلمون۔ (بقرہ ع ۲) یعنی جب منافقوں سے کہا جاتا ہے۔ کہ کفار سے ساز باز رکھ کر فساد پیدا نہ کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں۔ یعنی آپس کا اختلاف کوئی بڑا اختلاف نہیں۔ صلح ناممکن نہیں ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں۔ کہ آپسمیں صلح ہو جائے۔ اور فساد دور ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ تم غلط کہتے ہو۔

دنیا کا جھگڑا نہیں کہ صلح ہو جائے

یہ تو دینی اختلاف ہے۔ جس میں سودا نہیں ہو سکتا۔ پس اس ساز باز سے وہ فساد پیدا کر رہے ہیں مگر ایمان نہیں۔ اسلئے محسوس نہیں کرتے۔ پھر فرماتا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے۔ کہ جس طرح باقی لوگ ایمان لا رہے ہیں۔ تم بھی ایمان لاؤ۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ تو بے وقوف ہیں۔ خواہ مخواہ لڑائی کر کے فساد کر رہے ہیں۔ ہم بے وقوف کیوں بنیں۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ لڑائی کا موقعہ نہیں ہے۔ صلح ممکن ہے۔ فرماتا ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ جانتے نہیں۔ ورنہ خود ان کا یہ قول بے وقوفی کا ہے۔ تو یہ تینوں قسم کی حالتیں منافقوں کی طرف سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور منافق ہمیشہ ایسے وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے۔ جن کے نتیجہ میں قوم کا قدم قربانیوں کے میدان میں سست ہو جائے۔ لیکن

مومن کا قدم ہمیشہ آگے کی طرف اٹھتا ہے

اور وہ ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتا ہے۔ کہ اپنے وعدہ کو اور اس عہد کو جو اس نے خدا تعالےٰ سے کیا ہے۔ پورا کرے۔ اس دوران میں خواہ اسے مشکلات پیش آئیں۔ یا راحت میسر ہو۔ دونوں اس کے لئے برابر ہوتی ہیں۔ کیونکہ اسکی اصل خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہو جائے۔ اگر راحت آئے۔ تو اسکی وجہ سے

قربانیوں میں سست

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں ہو جاتا۔ اور اگر تکلیف آئے۔ تو گھبراتا نہیں بلکہ اپنے ایمان میں بڑھ جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل (آل عمران ع ۱۸) یعنی مومن وہ ہیں۔ کہ جب ان سے لوگ کہتے ہیں۔ کہ سب قومیں تمہارے خلاف جمع ہو گئی ہیں۔ اس لئے تم اب لوگوں سے ڈر کر نرم پڑ جاؤ۔ تو بجائے اس کے کہ وہ ڈریں۔ یہ بات ان کو ایمان میں اور بھی بڑھا دیتی ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اور وہ سب سے بہتر کارساز ہے۔ غرض مصیبت آئے تب بھی مومن اپنے ایمان میں بڑھ جاتا ہے۔ اور اگر راحت ملے تب بھی وہ غافل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر بات میں اسے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ جب تک کسی شخص کے اندر یہ ایمان پیدا نہ ہو۔ جب تک سچے طور پر وہ یہ نہ سمجھے۔ کہ اس کا کام جہاں ایک طرف اپنے نفس کی اصلاح کرنا ہے۔ وہاں دوسری طرف

تمام دنیا سے روحانی جنگ

کرنا ہے۔ اس وقت تک وہ خطرہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور اس بات کا امکان ہوتا ہے۔ کہ وہ اس مقام کو کھو بیٹھے۔ جو اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔ گویا اسکی وہی مثال ہو جائے۔ جو کسی شاعر نے اس طرح بیان کی ہے۔ کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ایسے شخص کو نہ تو دنیا حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ دین حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کو وہ ناراض کر لیتا ہے۔ اس ظاہری دین کی وجہ سے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو ناراض کر لیتا ہے اس

باطنی زندگی

کی وجہ سے جو اس کے دل میں پائی جاتی ہے۔ حالانکہ سنجیدگی اور ظاہر و باطن کی یکسانیت دنیا میں سب نیکیوں کی جڑ ہے۔ اگر کوئی کافر سنجیدہ نہیں۔ تو وہ اس کافر سے بُرا ہے۔ جو سنجیدہ ہے۔ اور اگر کوئی مومن سنجیدہ نہیں۔ تو نہ صرف وہ اس مومن سے بُرا ہے۔ جو سنجیدہ ہے۔ بلکہ سنجیدہ کافر سے بھی بُرا ہے۔ ایک شخص جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا سمجھتا ہے۔ وہ باوجود سچے طور پر آپ کو جھوٹا سمجھنے کے بُرا ہے۔ مگر بہر حال وہ اس کافر سے اچھا ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا بھی سمجھتا ہے۔ اور

مخفی طور پر مسلمانوں سے سمجھوتہ

بھی کرنا چاہتا ہے۔ بظاہر وہ نرم مزاج نظر آتا ہے۔ لیکن اصل میں وہ نرم نہیں۔ اسی طرح وہ مومن جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا نبی سمجھتا ہے۔ اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہتا ہے۔ وہ تو اعلےٰ درجہ کا انسان ہے۔ لیکن وہ شخص جو مومن کہلاتا ہے۔ مگر دشمنوں سے ساز باز بھی رکھتا ہے۔ یا وعدہ کرتا اور پھر پورا نہیں کرتا یا کسی اور رنگ میں اپنے

ایمان کی کمزوری کا مظاہرہ

کرتا ہے۔ وہ اس کافر سے بدتر ہے۔ جو سنجیدگی سے اپنے کفر پر قائم ہے۔ کیونکہ گو اسے غلطی لگی۔ مگر وہ اپنے نقطۂ نگاہ سے سچائی پر تو قائم ہے۔ (سچائی سے مراد میری اس جگہ حقیقی سچائی نہیں بلکہ وہ سچائی مراد ہے۔ جس کو وہ سچا سمجھتا ہے) وہ تو خدا تعالیٰ سے قیامت کے دن کہہ سکتا ہے۔ کہ خدایا مجھے دھوکہ لگا۔ میں سمجھتا رہا۔ کہ میں سچے راستہ پر قائم ہوں۔ لیکن حالانکہ یہ بات درست نہ تھی۔ مگر منافق کیا کہے گا۔ کیا وہ یہ کہے گا۔ کہ میں نے تو سمجھا تھا۔ کہ فلاں شخص خدا کا رسول ہے۔ مگر میں نے اس کے احکام کی اطاعت نہ کی۔ یا وہ کافر کیا کہے گا۔ جس نے کفر کے باوجود اندرونی طور پر مسلمانوں سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ کیا وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے سچے دل سے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا سمجھا تھا۔ خدا کہے گا۔ اگر تو سچے دل سے جھوٹا سمجھتا تھا۔ تو اندرونی طور پر مسلمانوں سے ساز باز کیوں کرتا رہا۔ تو دنیا میں

ساری نیکیوں کی جڑ سچائی ہے

اور حقیقت یہ ہے۔ کہ جو لوگ سچے دل سے ایک بات پر قائم ہوں۔ چاہے وہ غلط راستے پر ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ بالآخر انہیں ضرور ہدایت دے دیتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ وہ لوگ جو ہماری تلاش کرتے ہیں۔ اور سچے دل سے ہماری جستجو میں لگ جاتے ہیں۔ ہم اپنی قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ ہم انہیں ضرور سیدھا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ اس میں کسی مذہب کی شرط نہیں۔ چاہے کوئی ہندو ہو یا عیسائی ہو۔ یا سکھ ہو۔ اگر کسی شخص کے دل میں سچے طور پر یہ تڑپ پائی جاتی ہے۔ کہ اسے خدا مل جائے۔ تو اسے خدا ضرور مل جاتا ہے۔ اور عجیب عجیب رنگ میں وہ اسکی ہدایت کے سامان کر دیتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ ہر سال کبھی کم اور کبھی زیادہ۔ لیکن بہر حال اوسطاً آٹھ دس ایسے غیر احمدیوں کی چٹھیاں مجھے آجاتی ہیں۔ جو لکھتے ہیں۔ کہ ہم پہلے احمدیت کے شدید مخالف تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعہ ہمیں بتایا کہ احمدیت سچی ہے۔ اسلئے ہم توبہ کرتے ہوئے احمدیت میں داخل ہوتے ہیں۔ ابھی چند دن کی بات ہے۔ ایک شخص کی چٹھی مجھے آئی۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ میں

سلسلہ کا شدید مخالف

تھا۔ اور گندی سے گندی گالیاں احمدیوں کو دیا کرتا تھا۔ مگر اب مجھے رؤیا میں بتایا گیا ہے۔ کہ میں غلطی پر ہوں۔ اس لئے میں سخت ڈرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ سلسلہ کے مزید حالات معلوم کروں۔

تو جو شخص سچے طور پر مخالفت بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی ہدایت کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ مگر شرط یہی ہے۔ کہ سنجیدگی پائی جائے۔ اور تمام کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کئے جائیں۔ اگر کوئی سنجیدگی سے اللہ تعالیٰ کو پکارے۔ تو یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ وہ ظلمت میں رہے۔ خدا ایک نور ہے۔ اور جب وہ مل جاتا ہے۔ تو ظلمت کہیں نہیں رہتی۔ پس ہماری

جماعت کو اپنے اندر سنجیدگی

پیدا کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر وہ قوم جو یہ سمجھتی ہے۔ کہ ہدایت اور نجات ہمارے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ اسکی سچائی کی ایک ہی علامت ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین۔ وہ اگر اپنے دعوے میں سچی ہوتی ہے۔ تو اپنے اوپر موت وارد کر لیتی ہے۔ جب دنیا میں ایسے نبی آتے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں تلوار ہوتی ہے۔ تو اس زمانہ میں موت کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ اٹھو اور اپنی جانیں لڑائیوں میں قربان کر دو۔ مگر جب ایسے نبی آئیں جو تبلیغ کے ذریعہ اپنا مذہب پھیلاتے ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ تو اس وقت موت سے مراد مختلف قسم کی قربانیاں ہوتی ہیں۔ جیسے مالی قربانیاں ہیں۔ یا وطنی قربانیاں ہیں۔ یا اوقات کی قربانیاں ہیں۔ یا عزت و وجاہت کی قربانیاں ہیں۔ یا مثلاً یہ قربانی ہے۔ کہ گالیاں سنو۔ اور خاموش رہو۔ ماریں کھاؤ۔ اور ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ آخر گالیاں سننا بھی موت سے کوئی کم قربانی نہیں۔ جن کے دلوں میں سچی محبت ہوتی ہے۔ وہی جانتے ہیں۔ کہ جب ان کے محبوب کو کوئی گالی دیتا ہے۔ تو ان کو کس قدر اذیت پہنچتی اور ان کے لئے یہ بات کتنے بڑے دکھ اور درد کا موجب ہوتی ہے۔ پس صرف دوسرے سے لڑ کر اپنی جان دے دینا موت نہیں۔ بلکہ گالیاں سنکر اپنے نفس کو قابو میں رکھنا بھی ایک موت ہے۔ اور یہ پہلی موت سے ہرگز کم نہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں عشق ہوتا ہے۔ وہی جانتے ہیں۔ کہ ان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اس وقت وہ اپنی جان دے دینے کو صبر کرنے کی نسبت بدرجہا آسان سمجھتے ہیں۔ مگر بہر حال انہیں صبر کرنا ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم یہی ہوتا ہے۔ کہ صبر کرو۔ میں نے

مولوی رحمت علی صاحب مبلغ جاوا

کا واقعہ کئی دفعہ سنایا ہے۔ ایک دفعہ فساد کرانے کی غرض سے کسی نے یہاں یہ خبر مشہور کر دی۔ کہ نیر صاحب مارے گئے ہیں۔ اور پیر یوسف جو بجھنے والے ہیں۔ ان کا اور ایک دو اور احمدیوں کا نام لیا۔ کہ وہ زخمی تڑپ رہے ہیں۔ نیر صاحب ان دنوں غالباً بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ لڑکوں نے جونہی اس خبر کو سنا۔ وہ سٹکیں لے کر اس طرف کو اٹھ دوڑے۔ میں اسوقت اتفاقاً حضرت ام المومنین کے دالان میں ٹہل رہا تھا۔ دوڑنے کی آواز جو آئی۔ تو میں یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ہوا۔ گلی کی طرف گیا۔ اور دیکھا۔ کہ لڑکے بے تحاشا دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اور ان کے آگے آگے مولوی رحمت علی صاحب ہیں۔ میں نے مولوی صاحب کو آواز دی۔ کہ ٹھیرو۔ مگر مولوی صاحب نہ رکے۔ اس پر میں نے پھر آواز دی۔ تو وہ ٹھیر گئے۔ میں نے کہا۔ کیا ہوا۔ وہ کہنے لگے۔ حضور خبر آئی ہے۔ کہ نیر صاحب کو ہندوؤں نے مار دیا ہے۔ اور بعض اور احمدی زخمی تڑپ رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ جب یہ خبر تمہارے پاس پہنچی تھی۔ تو تمہارا فرض تھا۔ کہ مجھ تک بات پہنچاتے۔ یہ تمہارا کام نہیں تھا۔ کہ اس طرف اٹھ بھاگتے۔ میں اس واقعہ کی تحقیقات کراؤں گا۔ تم آگے مت جاؤ۔ اتفاقاً اسی وقت

قاضی عبداللہ صاحب

اس طرف سے گزر رہے تھے۔ میں نے انہیں بھیجا۔ کہ جا کر پتہ لگائیں۔ اور انہیں اطمینان دلا کر میں پھر کمرہ میں ٹہلنے لگا۔ تو اتنے میں پھر مجھے شور کی آواز آئی۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ مولوی رحمت علی صاحب اور دوسرے لڑکے بے اختیار پھر دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ میں نے آواز دی۔ کہ مولوی صاحب ٹھیرو۔ مگر انہوں نے میری آواز کو نہیں سنا۔ میں نے پھر کہا۔ ٹھیرو۔ مگر وہ پھر بھی نہیں رکے۔ یہاں تک کہ وہ اس موڑ سے کئی گز آگے نکل گئے۔ جو میاں بشیر احمد صاحب کے مکان کے جنوبی کونے پر مسجد اقصیٰ کی طرف مڑتا ہے۔ میں نے اسوقت سمجھا۔ کہ اب اگر ایک لحظہ بھی اور دیر ہوئی۔ اور یہ موڑ سے دوسری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طرف ہو گئے۔ تو پھر میرا ان پر کوئی اختیار نہیں رہے گا۔ اور انہوں نے جاتے ہی جو ہندو سامنے آیا۔ اس سے لڑنا شروع کر دینا ہے۔ پس اس وقت مجھے ایک ہی علاج نظر آیا۔ اور میں نے مولوی صاحب کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ اگر آپ ایک قدم بھی آگے بڑھے۔ تو میں آپ کو جماعت سے خارج کر دوں گا۔ ایک مخلص احمدی کے لئے یہ الفاظ ایسے نہ تھے۔ کہ ان کے بعد بھی وہ آگے بڑھ سکتا۔ میں نے دیکھا۔ مولوی صاحب رک تو گئے۔ مگر وہ تھر تھر کانپ رہے تھے ان کی

آنکھوں میں آنسو

بھرے ہوئے تھے۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔ حضور احمدی مارے گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ اس کے تم ذمہ وار نہیں۔ میں ذمہ وار ہوں۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں۔ کہ اگر میں مولوی رحمت علی صاحب کو اس وقت یہ کہتا۔ کہ جائیں۔ اور گردن کٹوا دیں تو وہ انشراح دل سے اس بات کے لئے تیار ہو جاتے۔ لیکن میرا یہ حکم کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیں۔ اور آگے مت بڑھیں۔ ان کے لئے موت سے بہت زیادہ سخت تھا۔ لیکن جمالی زمانہ میں اسی قسم کی قربانیاں کرنی ضروری ہوتی ہیں۔ اور بغیر ان قربانیوں کے خدا تعالےٰ کو خوش بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کوئی قربانی نہیں۔ کہ خدا تم کہتا ہو۔ پیسہ دو۔ اور ہم کہیں سر لے لو۔ اور خدا کہے سر دو۔ اور ہم کہیں پیسہ لے لو۔ اس وقت اگر ہم اپنی ساری دولت بھی خدا کے راستہ میں لٹا دیں گے۔ تو وہ قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ جان کا مطالبہ کر رہا ہوگا۔ نہ کہ مال کا۔ محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالےٰ نے یہی کہا۔ کہ تلواریں پکڑو اور دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دیدو چنانچہ وہ گئے۔ اور قربان ہو گئے۔ مگر یہ قربانی بھی ایک عرصہ کے بعد ان سے مانگی گئی۔ پہلے انہیں بھی یہی کہا گیا تھا۔ کہ صبر کرو۔ اور دشمن کے مقابلہ میں ہاتھ مت اٹھاؤ۔ مگر دیکھو۔

صبر کا امتحان

کتنا شدید ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ساری زندگی میں ایک موقع بھی ایسا نظر نہیں آتا۔ جبکہ صحابہؓ نے دشمنوں سے لڑائی کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ مگر صبر کے مواقع میں سے ایک موقع ایسا ضرور نظر آتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے جذبات کو نہ دبا سکے۔

جنگ بدر

کے موقع پر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بغیر مسلمانوں کو یہ بتانے کے کہ کوئی جنگ ہوگی۔ انہیں ساتھ لے کر مدینہ سے چل پڑے۔ بدر کے مقام کے قریب پہنچ کر آپ نے بتایا۔ کہ مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے۔ کہ ہم میں اور کفار میں ایک جنگ ہوگی۔ پس بتاؤ۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ اس پر مہاجرین کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ رائے کیا ہوتی ہے۔ چلیئے اور دشمن کا مقابلہ کیجئے۔ ہم ہر وقت لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر جب مہاجر خاموش ہو جاتے۔ تو آپ پھر فرماتے۔

اے لوگو مشورہ دو

اس پر پھر کوئی مہاجر کھڑا ہوتا۔ اور وہ کہتا حضور ہم لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر جب وہ خاموش ہو جاتا۔ تو آپ پھر فرماتے۔ اے لوگو! مشورہ دو۔ آخر انصار سمجھ گئے۔ کہ مشورہ دو سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم بولیں۔ اور اپنی رائے پیش کریں۔ دراصل رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جب مدینہ تشریف لائے۔ تو انصار نے آپ سے یہ معاہدہ کیا تھا۔ کہ ہم مدینہ سے باہر آپ کی حفاظت کے ذمہ وار نہیں۔ ہاں مدینہ کے اندر آپ کے ذمہ وار ہیں۔ پس چونکہ اس معاہدہ کے بعد انصار پر کوئی ذمہ واری عائد نہیں ہوتی تھی۔ اور وہ مدینہ سے باہر آپ کی مدد کرنے میں آزاد تھے۔ اس لئے جب رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے بار بار فرمایا۔ کہ اے لوگو مشورہ دو۔ تو ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ کیا آپ ہم سے پوچھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اس پر اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کی مراد شائد اس معاہدہ سے ہے۔ جو ہم نے اس وقت کیا تھا۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ وہ معاہدہ اس وقت کا تھا۔ جب ہمیں آپ کی

رسالت کا مقام

معلوم نہیں تھا۔ ہم نے اس وقت نادانی سے یہ معاہدہ کیا۔ مگر یا رسول اللہ اب تو ہم آپ کے مقام کو خوب پہچان چکے ہیں۔ اور اب سوال یہ نہیں۔ کہ ہم نے کیا معاہدہ کیا۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ حضور کیا حکم دیتے ہیں۔ یا رسول اللہ چلیئے جدھر چلتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گذرے۔ پھر اس نے کہا۔ یا رسول اللہ سامنے سمندر ہے۔ اگر آپ اس میں

گھوڑے ڈالنے کا حکم

دیں۔ تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ یعنی کفار سے لڑائی کے وقت تو یہ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ شائد ہم فتح پا جائیں۔ اور زندہ واپس آ جائیں۔ مگر ہم تو ایسی قربانی کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ جس میں موت ہی موت دکھائی دیتی ہے۔

ایک اور صحابی کہتے ہیں۔ میں سولہ ۱۶ لڑائیوں میں شامل ہوا۔ گیارہ بارہ لڑائیوں میں خود رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ شریک ہوا۔ مگر باوجود اس کے کہ میں اتنا بڑا ثواب حاصل کر چکا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے۔ کہ کاش میرے منہ سے صرف وہ فقرہ نکلتا۔ جو اس صحابی کے منہ سے نکلا۔ اور لڑائیوں میں بے شک شامل نہ ہوتا۔ کیونکہ اس

ایک فقرے کا ثواب

سولہ لڑائیوں کے ثواب سے میرے نزدیک زیادہ ہے۔

اب دیکھو یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اطاعت میں اپنی جانیں قربان کیں۔ اور اس قربانی کے پیش کرتے وقت انہوں نے ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ مگر اس کے مقابلہ میں

صلح حدیبیہ

کے موقعہ پر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم عمرہ کے لئے گئے۔ اور کفار نے روک لیا۔ اور آپس میں بعض شرائط ہوئیں۔ تو ان صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی۔ کہ اگر کوئی شخص مکہ سے بھاگ کر اور مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے گا۔ تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ والوں کے پاس جائے گا۔ تو اسے واپس نہیں کیا جائیگا۔ یہ معاہدہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا۔ کہ ایک مسلمان مکہ سے بھاگ کر آپ کے پاس آیا۔ اس کا جسم بوجہ ان مظالم کے جو اس کے رشتہ دار اسلام لانے کی وجہ سے اس پر کرتے تھے۔ زخموں سے چور تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ اور پاؤں میں بیڑیاں۔ اسے دیکھ کر اسلامی لشکر میں

ہمدردی کا ایک زبردست جذبہ

پیدا ہو گیا۔ دوسری طرف کفار نے مطالبہ کیا۔ کہ اسے واپس کیا جائے۔ یہ دیکھ کر مسلمان اس بات کے لئے کھڑے ہو گئے۔ کہ خواہ کچھ ہو جائے ہم اسے جانے نہیں دیں گے۔ اور اپنے ہاتھوں اسے موت کے منہ میں نہیں دھکیلیں گے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اب معاہدہ ہو چکا ہے۔ اور اسے واپس کیا جائے گا۔

خدا کے رسول جھوٹ نہیں بولا کرتے

چنانچہ آپ نے اسے واپس کئے جانے کا حکم دیا۔ اور مسلمانوں کے جذبات کو قربان کر دیا۔ یہ نظارہ دیکھ کر مسلمانوں کو اتنی کوفت ہوئی۔ کہ وہ مجنون سے ہو گئے۔ چنانچہ جب معاہدہ ہو چکا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے صحابہ رضؓ سے فرمایا قربانیاں کر دو۔ مگر اس وقت ایک صحابی بھی قربانی کرنے کے لئے نہیں اٹھا۔ حالانکہ ان میں ابوبکر رضؓ بھی موجود تھے۔ ان میں عمر رضؓ بھی موجود تھے۔ ان میں عثمان رضؓ بھی موجود تھے۔ ان میں علی رضؓ بھی موجود تھے غرض وہ سب صحابہ ان میں موجود تھے۔ جن میں سے مسلمانوں کا کوئی فرقہ کسی کو اور کوئی کسی کو بڑا قرار دیتا ہے۔ مگر ان میں سے ایک بھی تو کھڑا نہیں ہوا۔ اور سب خاموش بیٹھے رہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زندگی میں یہ

پہلا واقعہ

تھا۔ کہ آپ نے ایک حکم دیا۔ مگر صحابہؓ نے نافرمانی کی وجہ سے نہیں بلکہ دفور جذبات سے مجبور ہو کر اسکی تھوڑی دیر کے لئے تعمیل نہ کی۔ چونکہ یہ خفیف سی دیر بھی پہلی مثال تھی۔ آپ اپنے گھر گئے۔ اور اپنی ایک بیوی سے جو ساتھ تھیں فرمایا۔ میں نے آج ایک ایسی بات دیکھی ہے۔ جو پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے صحابہؓ میں کبھی اطاعت کے لحاظ سے کمی نہیں دیکھی۔ مگر آج میں نے انہیں حکم دیا ہے۔ کہ قربانیاں کر دو۔ تو ان میں سے ایک بھی نہیں اٹھا۔ ام المؤمنین فرمانے لگیں۔ یا رسول اللہ آپ جانتے ہیں۔ انہیں کیسا صدمہ ہوا ہے۔ وہ اس صدمہ سے پاگل ہو رہے ہیں۔ آپ کسی سے بات نہ کریں۔ اور خاموشی سے اپنی قربانی کر دیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے جب یہ نہایت ہی

نیک مشورہ

سُنا۔ تو آپ نے اسے پسند کیا۔ اور خاموشی سے اپنی قربانی کے پاس گئے۔ اور اسے ذبح کر دیا۔ اخلاص آخر اخلاص ہی ہوتا ہے۔ بے شک صبر کی آزمائش بڑی تلخ تھی۔ اور ایک لمحہ کے لئے صحابہ میں ہچکچاہٹ پیدا ہوئی۔ مگر جب انہوں نے دیکھا۔ کہ وہ شخص جس کے اشارہ پر وہ اپنی جانیں قربان کرتے رہے ہیں۔ جس کی تعلیم کے ماتحت انہوں نے نہ صرف اپنی زندگیوں کو بلکہ اپنے باپوں اپنی ماؤں اپنے بھائیوں اور اپنے بچوں کو قربان کر دیا تھا۔ آج وہ اس خاموشی سے بغیر اس کے کہ ہم میں سے کسی کو اپنی مدد کے لئے بلائے۔ قربانی کرنے جا رہا ہے۔ تو یکدم ان کے دل

دل پگھل گئے

اور بے اختیار دوڑ دوڑ کر انہوں نے اپنے جانور ذبح کرنے شروع کر دیئے۔

اب دیکھو لو۔ لڑائیوں کے موقع پر تو انہوں نے یہ کہا۔ کہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے۔ اور بائیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی لڑیں گے۔ آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ اور پھر اپنے عمل سے اس قول کو سچا ثابت کر دکھایا۔ مگر صبر کے مواقع میں سے ایک موقع ایسا آیا۔ کہ ان کے لئے صبر کرنا مشکل ہو گیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ایک حکم کی تعمیل کو انہوں نے ایک منٹ کے لئے پیچھے ڈال دیا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ صحابہؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نافرمانی کی۔ کیونکہ انہوں نے اپنی قربانیوں سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ

وہ اطاعت میں درجہ کمال رکھتے تھے

یہ صرف جذبہ اور جنون کی کیفیت تھی۔ اور ایسی ہی صورت تھی۔ جیسے پیارا پیارے سے شاکی ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی صحابہ کی اطاعت کے لحاظ سے یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ تو دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زندگی میں جان دینے کے موقع پر کبھی صحابہؓ نے ہچکچاہٹ ظاہر نہیں کی۔ مگر صبر کے مواقع میں سے ایک موقع پر وہ بھی ایک منٹ کے لئے

جذبات کی رو

میں بہ گئے۔ تو صبر کوئی معمولی قربانی نہیں۔ ہماری جماعت میں کئی نادان ایسے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہماری قربانیاں ویسی نہیں۔ جیسی کہ صحابہ رضؓ نے کیں۔ حالانکہ حق یہ ہے۔ کہ اگر ہم دیانتداری اور خلوص سے قربانیاں کریں۔ تو ہماری قربانیاں ان سے کسی صورت میں کم نہیں ہوں گی۔ ہم نے بہت لوگ دیکھے ہیں۔ جب کوئی خاص اعلان کیا جاتا ہے۔ تو وہ بعض دفعہ اپنی ساری جائیداد بیچ کر دین کے راستہ میں دیدیتے ہیں۔ مگر پھر وہی لوگ آنہ فی روپیہ چندہ دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے کہ

متواتر لمبی قربانی انسان پر گراں گذرتی ہے

مگر یکدم قربانی کر لینا آسان ہوتا ہے۔ پس یاد رکھو۔ فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین کا چیلنج خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کی طرف سے یہود کو دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ نجات تمہارے لئے ہی مخصوص ہے۔ اگر درست ہے۔ اور تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ تو جس طرح مسلمان ہر وقت موت کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی موت قبول کر کے دکھاؤ۔ یہ چیلنج آج بھی قائم ہے۔ اور آج بھی خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعتیں اسی معیار کی رو سے اپنی صداقت دنیا کے سامنے پیش کر سکتی ہیں۔ آج ہماری جماعت کے لئے بھی جانی قربانیوں کا زمانہ نہیں بلکہ مسلسل اور متواتر لمبی قربانیوں اور

لمبی آزمائش کا زمانہ

ہے۔ جس میں دوسروں سے لڑنا نہیں پڑتا۔ بلکہ دوسروں سے مار کھانی پڑتی ہے۔ جس میں غنیمتیں نہیں ملتیں۔ بلکہ اپنے اموال کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ جس میں انسان سے یکدم جائیداد یا زمین چھوڑ دینے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ یہ مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ مثلاً اپنی زمین کے کام میں سے ہر روز ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے خدمت دین کے لئے وقف کرو۔ یہ قربانی بھی کوئی کم قربانی نہیں۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے اپنی زمینیں اور جائیدادیں خدا تعالےٰ کے لئے چھوڑ دیں۔ احمدیوں نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ یکدم زمین کا چھوڑ دینا آسان ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے۔ کہ ہر روز اپنے کام کے اوقات میں سے ایک گھنٹہ وقف کرو۔ تو اس پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ چیز کا اپنے پاس ہونا اور پھر اسے آہستہ آہستہ قربان کرتے جانا بڑا مشکل ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ چیز پاس ہی نہ رہے۔ ہزاروں واقعات دنیا میں ایسے ہوتے ہیں۔ کہ کوئی کسی کا بچہ اٹھا کر لے جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ہزاروں کے متعلق سننے میں آتا ہے۔ اور پانچ دس واقعات تو میرے سامنے بھی آئے۔ اور میں نے خود ان بچوں کے والدین کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ کہ اگر ہمارا بچہ مر جاتا۔ تو ہمیں اتنا صدمہ نہ ہوتا۔ جتنا اس کے گم ہو جانے کا ہوا ہے۔ اب دیکھو گم ہو جانے کے بھی یہی معنے ہیں۔ کہ وہ والدین سے الگ ہو گیا۔ اور مر جانے کے بھی یہی معنے ہیں۔ کہ وہ جدا ہو گیا۔ مگر جو بچہ مر جاتا ہے۔ اس کے متعلق انسان یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ گو وہ جدا ہو گیا۔ مگر اب دنیا کی تکالیف میں سے کسی تکلیف میں مبتلا نہیں۔ مگر جو بچہ گم ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق والدین کو

ہر روز قربانی کرنی پڑتی ہے

اور ہر روز انہیں یہ خیال آتا ہے۔ کہ نہ معلوم ہمارے بچے کا کیا حال ہے۔ کبھی خیال آتا ہے۔ ممکن ہے۔ وہ آج فاقے کر رہا ہو۔ ممکن ہے وہ آج زمین پر سویا پڑا ہو۔ ممکن ہے وہ بیمار ہو۔ اور کوئی اس کو پوچھنے والا نہ ہو۔ پھر کبھی یہ خیال آتا ہے۔ کہ شاید کوئی اسے گالیاں دے رہا ہو۔ شاید آج کوئی اسے مار رہا ہو۔ غرض

ہزاروں وسوسے

ماں باپ کے دل میں اٹھتے ہیں۔ اور ہر روز انہیں اپنے جذبات کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ وہ صدمہ اتنا نہیں ہوتا۔ جتنا اپنے بچے کی موت کا صدمہ ہوتا ہے۔ مگر لوگ اس بات کو پسند کر لینگے کہ ان کی ساری اولاد یکدم مر جائے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ گم ہو جائے۔ حالانکہ یہ صدمہ تھوڑا ہے۔ اور وہ بڑا۔ تو دائمی قربانی ہی اصل قربانی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آج تک کبھی کسی نبی کو اس طرح کھڑا نہیں کیا۔ کہ اسے پہلے ہی دن لڑائی کا حکم دے دیا ہو۔ بلکہ جلالی انبیاء کی زندگیوں کا ابتدائی حصہ اسی قسم کی قربانیوں میں سے گذرتا ہے۔ جس قسم کی قربانیوں میں سے جمالی انبیاء گذرتے ہیں۔ اور یہ

جلالی اور جمالی انبیاء میں فرق

ہے۔ یعنی جمالی نبی شروع سے آخر تک جمالی رہتے ہیں۔ مگر جلالی نبی شروع میں جمالی ہوتے ہیں۔ بعد میں جلالی بن جاتے ہیں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام بے شک جلالی نبی تھے۔ مگر کچھ مدت آپ بھی مصر میں تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب تک مکہ معظمہ میں رہے۔ ویسی ہی تکلیفیں برداشت کرتے رہے۔ جیسی ہمیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ پھر جب مدینہ میں گئے۔ تو وہاں جا کر چند سال بعد آپ کی جلالی زندگی کا دور شروع ہوا۔ اس میں حکمت یہی ہے۔ کہ

جمالی رنگ کی مشکلات کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا

اسی لئے اللہ تعالےٰ نے جہاں جلالی نبی بھی کھڑا کیا ہے۔ وہاں جمالی رنگ کی قربانیوں کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ کیونکہ ایمان کی آزمائش مسلسل اور لمبی قربانیوں سے ہوتی ہے۔ آخر سوچو۔ کہ تیرہ سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں۔ اس عرصہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ کو مکہ میں چلتے پھرتے گالیاں سننی پڑتیں۔ لوگ مارتے دکھ دیتے۔ آوازے کستے۔ راستوں میں کانٹے بچھا دیتے۔ غلاظتیں پھینکتے۔ پتھروں پر گھسیٹتے۔ وطن سے بے وطن کرتے۔ غرض کونسی تکلیف تھی۔ جو انہیں کفار نہ پہنچاتے۔ صحابہ رضؓ کو بعض دفعہ غصہ بھی آتا۔ اور وہ جوش کی حالت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو آپ فرماتے۔ خدا نے مجھے لڑائی کا اذن نہیں دیا۔ یہ لمبی تکالیف ۱۳ سال تک مکہ معظمہ میں آپ کو پہنچیں۔ پھر دو سال مدینہ کی زندگی کے بھی انہی تکلیفوں میں گذرے۔ گویا

پندرہ سال

تک جمالی رنگ کی تکالیف ان پر گذریں۔ اور انہی تکالیف نے ان کے ایمانوں کو کامل کر دیا۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں۔ کہ بدر کے موقع پر صحابہ نے بڑی قربانیاں کیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ احد کے موقع پر صحابہ رضؓ نے بڑی قربانیاں کیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ اور صحیح کہتا ہوں۔ کہ بدر کے موقع پر وہ قربانیاں نہیں کر سکتے تھے۔ اگر مکہ کی ساری زندگی اور مدینہ کی کچھ زندگی ان قربانیوں میں سے نہ گذرتی۔ جو جمالی رنگ کی قربانیاں تھیں۔ بے شک ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ بڑے پایہ کے انسان تھے۔ بے شک

کبار صحابہ اور سابقون الاولون مہاجر

اور سابقون الاولون انصار بڑی قربانیاں کرنے والے تھے۔ لیکن انہیں بدر اور احد اور دوسری جنگوں نے اس مقام تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ انہیں مکہ اور مدینہ کی جمالی زندگی نے ان قربانیوں کی توفیق دی۔ اگر شروع میں ہی بدر اور احد کی جنگیں پیش آجاتیں۔ اور صحابہ کو جمالی رنگ کی مشکلات میں سے نہ گذرنا پڑتا تو ابوبکر رضؓ ابوبکر رضؓ نہ بنتے۔ عمر رضؓ عمر رضؓ نہ بنتے۔ عثمان رضؓ عثمان رضؓ نہ بنتے۔ اور علی رضؓ علی رضؓ نہ بنتے۔ پس بدر نتیجہ تھا اس جمالی زندگی کا جو مکہ و مدینہ میں گزری۔ اسی طرح احد اور دوسرے غزوات نتیجہ تھے اس جمالی زندگی کا جو مکہ و مدینہ میں صحابہ پر آئی۔ اور انہی تکلیفوں کے نتیجہ میں وہ بعد کی مشکلات میں بھی ثابت قدم رہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جلالی انبیاء کی زندگی کا ایک حصہ جمالی رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ جلال آتا ہے بعض اور حکمتوں کی وجہ سے۔ اور جمال آتا ہے لوگوں کے ایمانوں کو مضبوط کرنے کے لئے اور چونکہ ہر نبی کی بعثت کا اہم ترین مقصد لوگوں کے ایمانوں کو مضبوط کرنا ہوتا ہے اس لئے ہر نبی جمال کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ تم ایک نبی بھی ایسا نہیں دکھا سکتے۔ جس کو خدا تعالےٰ نے مقام نبوت پر کھڑا کرتے ہی حکم دے دیا ہو۔ کہ جاؤ۔ اور مخالفین سے جہاد کرو۔ کیونکہ اگر اسی دن جہاد کا حکم دے دیا جاتا۔ تو لوگوں کے ایمان مضبوط نہ ہوتے۔ اور لمبی اور مسلسل تکالیف سے ان کے قلوب صیقل نہ ہوتے۔ مگر تم میں سے کتنے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ کاش ہم بدر یا احد یا احزاب کے موقع پر ہوتے۔ اور اپنی جانیں خدا تعالےٰ کے راستے میں قربان کر دیتے۔ اور اس امر کو بھول جاتے ہیں۔ کہ اصل قربانیوں کا میدان ان کے لئے بھی کھلا ہے۔ اور آج بھی وہ اسی طرح قربانیاں کر کے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ جس طرح صحابہؓ نے قربانیاں کیں۔ مگر تم میں سے کتنے ہیں۔ جو قربانی کی اس خواہش کے باوجود قربانیوں میں استقلال دکھاتے ہیں۔ تم میں سے کتنے ہیں۔ جو وعدے کرتے اور پھر انہیں جلد پورا کرنے کا فکر کرتے ہیں۔ تم میں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہتے ہیں۔ جو میرے کسی خطبہ یا تحریر و تقریر کے محتاج نہیں۔ حالانکہ اصل مومن وہی ہیں۔ جو اس بات کے محتاج نہیں۔ کہ میں انہیں ان کی ذمہ واریوں کی طرف توجہ دلاؤں۔ بلکہ میرے کسی خطبہ یا تقریر یا ددہانی کے بغیر وہ ہر وقت قربانیوں کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور اپنے

فرائض کی ادائیگی میں سستی یا غفلت سے کام نہیں لیتے

ہاں وہ جو میری یاددہانیوں کے محتاج ہیں۔ وہ بھی مومن ہیں۔ مگر اول درجہ کے نہیں۔ بلکہ دوسرے درجہ کے۔ لیکن وہ جو غافل ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کے دین کی مدد سے کنارہ کشی کر رہے ہیں۔ جو مصائب کو دیکھتے اور ان کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ مصیبتوں کا زمانہ لمبا ہو گیا۔ ہم کب تک قربانیاں کرتے چلے جائیں۔ وہ وہ ہیں۔ جن کے دلوں پر اللہ تعالےٰ نے مہر کر دی۔ وہ اس قابل نہیں کہ اس جماعت میں رہ سکیں۔ اور یقیناً اگر وہ اپنے افعال سے توبہ نہیں کریں گے۔ تو کسی وقت کوئی ایسی ٹھوکر کھائیں گے۔ کہ ان کا رہا سہا ایمان بھی جاتا رہیگا اور خدا تعالےٰ کے فضلوں سے بالکل محروم ہو جائیں گے۔ وہ بظاہر اس وقت مومن نظر آتے ہیں مگر ان کا ایمان اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہے۔ وہ حقیقت ایمان سے بے نصیب ہو چکے ہیں۔ اور

ایمان کی بشاشت

ابھی انہیں حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ایمان کا ادنیٰ مقام یہ ہے۔ کہ اگر انسان آگ میں بھی ڈالا جائے۔ تو پروانہ کرے۔ مگر وہ آگ تو کیا۔ معمولی معمولی قربانیاں کرنے سے ہچکچاتے اور پھر کہتے ہیں۔ کہ ہم مومن ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ ہم خدائی سلسلہ میں شامل ہیں۔ یاد رکھو۔

خدائی سلسلے بندوں کی تعداد پر نہیں چلتے

بلکہ ایمان اور اخلاص سے ترقی کرتے ہیں۔ تم اگر لاکھوں بھی ہو جاؤ۔ مگر تمہارے دل میں وہ ایمان نہ ہو۔ جو غیر متزلزل ہو۔ تو تم دنیا میں کوئی سچائی قائم نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر تم ایمان اور اخلاص پر قائم ہو جاؤ۔ تو پھر خواہ تم تھوڑے ہی ہو۔ تم دنیا پر غالب آ کر رہو گے۔ کیونکہ جو خدا کے ہو جاتے ہیں۔ ان کو کوئی زک نہیں پہنچا سکتا۔

پس میں دوستوں کو ایک دفعہ پھر اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اپنے اندر وہ مضبوط ایمان پیدا کرو۔ جس کے بعد دشمن کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے۔ کہ میں اس جماعت کے ایک حصہ کو اپنے ساتھ شامل کر سکتا ہوں۔ مگر اب کیا ہوتا ہے۔ اب ابتلاء پر ابتلاء آتا ہے۔ اور ہر دفعہ دشمن یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یہ اب گر جائیں گے۔ یہ اب گر جائیں گے۔ گویا دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہتا ہے کہ یہ سب منافق ہیں۔ کیونکہ

ابتلاؤں کے وقت منافق گرتا ہے مومن نہیں گرتا

لیکن اگر تم مضبوطی سے ایمان پر قائم ہو جاؤ۔ تو دشمن اس قسم کی امید بھی نہ کر سکے۔ اور تم تمام دنیا کو فتح کر لو۔

میں نے کئی دفعہ بتایا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ اگر مجھے چالیس مومن مل جائیں۔ تو میں تمام دنیا کو فتح کر لوں اور یہ بالکل سچ ہے۔ مگر ان چالیس مومنوں سے وہی مومن مراد ہیں۔ جو اپنے نفوس کو خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں۔ جو مصائب و مشکلات پر صبر کرتے۔ اور لمبی اور مسلسل قربانیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ دشمن کی انگیخت سے برانگیختہ نہیں ہوتے۔ وہ مشکلات اور حوادث سے خوف نہیں کھاتے۔ وہ صبر کرتے اور قربانیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے وعدے سچے ہیں۔ اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ ان کی کوششوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ اگر تم کمزور اور بے بس ہو کر خدا تعالےٰ پر یہ توکل اور اعتماد کرو۔ تو خدا تعالےٰ قادر ہوتے ہوئے تمہارے اعتماد کو ضائع کر دے گا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو۔ تو اس سے زیادہ بے بنیاد اور غلط خیال اور کوئی نہیں ہے آدم سے لیکر آج تک ہزاروں سال میں یا سائنسدانوں کے قول کے مطابق لاکھوں اور کروڑوں سال میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی۔ کہ کسی نے صدق دل سے خدا تعالےٰ پر اعتماد کیا ہو۔ اور خدا تعالےٰ نے اس کے اعتماد کو ضائع کر دیا ہو لیکن ایسی ہزاروں نہیں لاکھوں مثالیں ملتی ہیں کہ خدا نے بندوں پر اعتماد کیا۔ مگر بندوں نے اس سے غداری اور بے وفائی کی۔ پس یہ ناممکن ہے۔ کہ تم خدا تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ اور وہ تمہیں چھوڑ دے ہاں یہ ممکن ہے۔ کہ خود تمہارے دل میں کوئی گند پیدا ہو جائے۔ اور تم اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ خدا بے وفا نہیں۔ لیکن بندے بے وفا ہو سکتے ہیں۔ پس اگر حقیقی طور پر تم اس مقام پر کھڑا ہونا چاہتے ہو۔ تو قربانیاں کرو۔ اور کرتے چلے جاؤ۔ اور یہ مت کہو۔ کہ قربانیوں کا زمانہ لمبا ہو گیا۔ آج خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جمالی رنگ میں مبعوث فرما کر چاہا ہے۔ کہ مسلسل اور متواتر قربانیوں سے تمہارے ایمانوں کو مضبوط کرے اگر تم تھوڑی سی قربانی کرتے یا ایک عرصہ تک قربانیاں کرنے کے بعد اپنا قدم پیچھے ہٹا لیتے ہو۔ تو تمہاری مثال بالکل اس شخص کی سی ہے۔ جو چشمہ کے پاس پہنچ کر اس سے پیاسا واپس لوٹتا اور اپنے آپ کو ہلاک کر لیتا ہے۔ اگر تم بھی ایک نبی پر ایمان لا کر ایسے ہی ٹھیرے۔ تو تم سے زیادہ بدقسمت اور کون ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو جہاں اور نصائح فرمائی ہیں۔ وہاں ایک نصیحت یہ بھی کی ہے۔ کہ تم اس عورت کی طرح مت بنو۔ جو سوت کاتا کرتی اور پھر اسے کاٹ کاٹ کر ضائع کر دیا کرتی تھی۔ تم بھی قربانیاں کرتے ہو۔ اور ایک عرصہ تک کرتے رہتے ہو۔ مگر جب ایسے مقام پر پہنچنے لگتے ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل نازل ہونے کا وقت آ پہنچتا ہے۔ تو تم اپنا قدم پیچھے ہٹا لیتے ہو۔ اور اس طرح الٰہی فضلوں سے محروم ہو جاتے ہو۔

قرآن کریم میں اس عورت کا جو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ایک مثال ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے دی۔ چنانچہ اہل عرب کا یہ محاورہ ہے۔ کہ جب وہ کسی شخص کے متعلق یہ کہنا چاہیں۔ کہ اس نے کام کرتے کرتے بگاڑ دیا۔ تو یوں کہتے ہیں۔ کہ اسکی مثال اس عورت کی طرح ہے۔ جو سوت کاتتی اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔ لوگوں نے اس محاورہ کو ایک حکایت کا رنگ بھی دے دیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک امیر عورت تھی۔ جو خود بھی سوت کاتتی اور دوسروں سے بھی کتواتی جب بہت سا سوت اس کے پاس اکٹھا ہو جاتا۔ تو غرباء میں برابر تقسیم کرنے کے لئے سوت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔ اور اس طرح ساری محنت ضائع کر دیتی۔ بظاہر وہ اپنی طرف سے انصاف کرتی تھی۔ اور کہتی تھی۔ کہ میں کسی کو زیادہ اور کسی کو کم کیوں دوں۔ مگر اپنی حماقت سے اٹی بیچ میں سے کاٹ دیتی۔ اور بالشت بھر کسی کو دے دیتی۔ اور بالشت بھر کسی کو۔ اس طرح نہ غرباء کو فائدہ ہوتا۔ نہ اسے ثواب حاصل ہوتا۔ تو اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ تم اس عورت کی طرح مت بنو۔ کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا۔ جو سوت کات کات کر بعد میں اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔ اور اپنی تمام محنت ضائع کر دیتی۔

تم میں سے بھی بعض خدمت دین کرتے۔ اور اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق خدا تعالےٰ کے سلسلہ کی مدد کرتے ہیں۔ مگر پھر کسی گناہ کی وجہ سے یا سستی اور غفلت اور بے ایمانی کی وجہ سے یا خدا تعالےٰ پر بے اعتمادی کی وجہ سے ان قربانیوں کو ایسے وقت میں ضائع کر دیتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالےٰ کے انعامات نازل ہونے کا وقت قریب ہوتا ہے۔ پس

اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگو

اور اس سے دعا کرو۔ کہ وہ تمہیں کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا۔ کا مصداق نہ بنائے۔ تمہاری قربانیوں کو قبول فرمائے۔ اور تمہیں توفیق عطا فرمائے۔ کہ تم قربانیوں کے میدان میں آگے ہی آگے قدم اٹھاتے چلے جاؤ۔ پھر قادیان والوں کو اور باہر کی جماعتوں کو بھی دعائیں کرنی چاہئیں کہ ہم اس طریق کو اختیار کریں۔ جو اللہ تعالےٰ کے منشار کے مطابق اور اسلام اور احمدیت کو مضبوط کرنے والا ہو۔ اور ان راہوں پر چلنے سے محفوظ رکھے۔ جو اسلام اور احمدیت کے لئے مضر ہوں۔ ہماری غفلتوں کو معاف کرے۔ ہماری کوتاہیوں سے درگذر کرے۔ اور ہمیں اپنے فضل سے ہدایت دے کر اپنی خوشنودی اور رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ (الفضل)

وصیت ع‍ ۵۰۰۱ ۔ منکہ عباس احمد ولد خان محمد عبد اللہ خاں صاحب قوم پٹھان عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۱۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ البتہ مجھے بطور جیب خرچ اپنے والد صاحب سے مبلغ ۵ روپے ملتے ہیں۔ میں اس کا دسواں حصہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر اس میں کچھ کمی بیشی ہوئی۔ تو اس کا بھی دسواں حصہ ادا کرتا رہوں گا۔ نیز میرے مرنے پر جو میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد: عباس احمد خاں الفٹ ہوسٹل ع‍ ۳۷ کشمیری گیٹ دہلی۔ گواہ شد: مرزا احمد بیگ انکم ٹیکس انسپکٹر دہلی۔ گواہ شد: شیخ محمد یعقوب ٹیچر ایم۔ بی سکول کوچہ چیلاں۔ دہلی

بقیہ صفحہ اول کالم ع‍ ۱

(۶) مصری پارٹی کے ایک فرد عبد العزیز نے جو اعانت قتل کے الزام میں حضرت صاحب کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا۔ اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے خارج کر دیا تھا۔ اس کا اپیل بھی سشن جج گورداسپور نے ۲۵ مارچ کو خارج کر دیا۔

۲۱ مارچ ۳½ بجے بعد دوپہر کی گاڑی سے مولوی محمد صادق صاحب مولوی فاضل جو دسمبر ۳۵ء میں پانچ سال سماٹرا میں فرائض تبلیغ ادا کرنے کے بعد واپس آئے تھے۔ دوبارہ معہ اہل و عیال وہاں بھیجے گئے ہیں۔

درخواست دعا۔ مکرمی سید احمد صاحب وکیل رام پور کے دو صاحبزادوں کا امتحان ہو رہا ہے۔ ان کی کامیابی اور سید صاحب کی اہلیہ صاحبہ۔ جو علیل ہیں۔ ان کی صحت و زندگی کے لئے احباب دعا فرما کر مشکور فرمائیں۔

(از ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں صاحب مولوی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)